حبیب الرحمٰن بٹالوی

''مَیں ،مَیں''

جیہڑے لوکی جُھک جاندے نے   درد اوہناں دے مُک جاندے نے
لالچ کدے نئیں مُکدا یارو!   دانے آخر مُک جاندے نے

بعض لوگوں کو اِس لہجے میں بات کرنے کی عادت ہوتی ہے۔''میں بتاتا ہوں......صحیح بات کیا ہے، مَیں ۔مَیں جو بات کروں گا، سند ہوگی ۔کوئی مائی کا لال نہیں کہ میری بات کو جھٹلا سکے ۔مَیں ۔مَیں ڈبل ایم اے ۔ میری بیوی ایم اے ۔ میرا بیٹا حافظ......اوہنے مینوں چیلنج کیتا اے، اوکون ہُندا اے میرے بارے وچ گل کرن والا......میں اوہدیاں ناساں بھَن دیاں گا ۔وغیرہ وغیرہ

میرے ایک ماموں تھے، اُن کا ذہن دینی ودنیاوی تعلیم سے آراستہ تھا۔ایک دن مجھے انھوں نے بتایا کہ گھر میں بچوں کے رشتے کی بات چل رہی تھی ۔ بیوی کہہ رہی تھی ۔ یہاں شادی کرنی ہے ۔ میں کہہ رہا تھا۔ یہاں کرنی ہے۔تکرار بڑھتی چلی گئی ۔آخر مَیں نے غصے میں آکر کہا۔خبر دار! کسی نے دوبارہ بات کی تو......اس گھر میں وہی ہوگا جو میں چاہوں گا۔ اس کے بعد میں نماز پڑھنے چلا گیا۔ مجھے خیال آیا کہ یہ میں نے کیا کہہ دیا ''جو مَیں چاہوں گا اس گھر میں وہی ہوگا۔'' کہنا تو یہ چاہیے تھا کہ ''جو اللہ تعالیٰ چاہے گا اس گھر میں وہی ہوگا۔''

ایک گھر میں نئے آنے والے فرد کو کوئی سمجھا رہا تھا کہ: ''اس گھر کی معاشرت یہ یہ ہے ۔رہن سہن اگر ایسا رکھا جائے تو ماحول میں سکون رہ سکتا ہے ۔'' وہ فرد یہ کہہ رہا تھا: ''مجھے کوئی سمجھانے کی کوشش نہ کرے، مجھے پتہ ہے مَیں نے کیا کرنا ہے۔''

کسی دانا کا قول ہے کہ: بکری زندگی میں ''مَیں ،مَیں'' کرتی رہتی ہے ۔اُسے اسی ''مَیں ،مَیں'' کے نتیجے میں ذبح کر دیا جاتا ہے کہ مَیں کے گلے پر چھری پھیر دی جاتی ہے ۔اُس کی کھال ادھیڑ دی جاتی ہے ۔اُس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جاتے ہیں ۔اور اس کی انتڑیوں کو خشک کر کے جب پینجے (روئی دھنکنے والے آلے) پر چڑھایا جاتا ہے تو پھر اس میں سے ''تڑوں ،تڑوں'' (تو،تو) کی آواز آتی ہے ۔علامہ اقبال کہتے ہیں:

یوں تو چھوٹی ہے ذات بکری کی   دل کو لگتی ہے بات بکری کی

شیطان سے جب اللہ تعالیٰ نے پوچھا۔تو نے میرے حکم کی تعمیل کیوں نہیں کی؟ حضرت آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو اس نے جواب دیا۔مَیں آدم سے افضل ہوں ۔اس کا خمیر مٹی سے ہے ۔مَیں آگ کی پیداوار ہوں ۔مٹی کو پھینکا

جائے تو پستی کی طرف جاتی ہے۔ اور آگ بلندی کی طرف جاتی ہے۔ بلندی، پستی کو سجدہ کیسے کرے! اس غرور اور تکبر کی پاداش میں اُسے ہمیشہ کے لیے راندۂ درگاہ قرار دے دیا گیا۔ اور کوئی لمحہ ایسا نہیں کہ دنیا کے کسی حصے میں اس پر لعنت نہ بھیجی جا رہی ہو۔

خودسری اور سرکشی کسی کو بھی پسند نہیں۔ تکبر سے بلند ہوتی ہوئی گردن، دشمن کا نشانہ اور آسان کر دیتی ہے اس کے مقابلے میں مَیں کو مارنے والا انسان ہر ایک کو بھلا لگتا ہے۔ اور

نہ کچھ ہنس کے سیکھے ہیں، نہ کچھ رو کے سیکھے ہیں　　جو کچھ بھی سیکھے ہیں کسی کے ہو کے سیکھے ہیں

اور

جھکا کرتی ہیں وہ شاخیں جو ہوتی ہیں ثمر آور　　وہی ہوتا ہے خودسر جو کسی قابل نہیں ہوتا

عاجزی، انکسار، تواضع اختیار کرنے والا آدمی ہر جگہ بار یاب ہے۔ نصیحت پذیری ایک اچھی صفت ہے۔ اگر کسی کو احساس ہو جائے کہ یہ بات غلط ہے تو اس میں تبدیلی کر لینا قابلِ تعریف ہے ورنہ کیسے کیسے انسان کہ جنھیں خدا کے لہجے میں بات کرنے کا شوق ہوتا ہے مگر گھمنڈ میں آ کر کیا کچھ کہہ جاتے ہیں۔

جن کو عادت ہے خدا کی طرح بولنے کی
اُن کو زبانِ بشر میں کلام کرنا ہے

پھر زمانے کی آنکھ نے دیکھا۔ اُن کا کیا حشر ہوا! یہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ شیخی خورے، متکبر کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے انجام کو عبرت ناک بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

''تکبر میری چادر ہے، جو میری چادر پہ ہاتھ ڈالے گا۔ میں اُسے ہلاک کر دوں گا''

بابا بُلّھے شاہ نے کیا قیمتی بات کہی ہے:

پُھلاں دے توں عطر بنا　عطر دے فیر کڈ دریا
دریا دے وچ رَج کے نہا　مچھیاں وانگوں تاریاں لا
فیر وی تیری بو نئی مُکنی　پہلے اپنی مَیں مُکا